146600 ـ حدیث: " آدمی سے نہیں پوچھا جائیگا کہ اس نے بیوی کو کس بنا پر مارا ؟

سوال

میں نے ایك برس قبل اسلام قبول کیا اور اب دین اسلام کی تعلیم حاصل کر رہی ہوں، الحمد للہ ایك برس سے شادی شدہ بھی ہوں، میرا سوال خاوند بیوی کو مارنے کے متعلق ہے جب بھی مجھے کوئی سوال پریشان کرتا تو میں اللہ سے دعا کرتی کہ اللہ مجھے سیدھی راہ دکھائے تو الحمد للہ مجھے اس سوال کا قطعی جواب مل جاتا، جس سے میرے ایمان میں اور اضافہ ہو جاتا.
میں امید کرتی ہوں کہ ان شاء اللہ اس سوال کا جواب بھی مجھے بہت اچھا ملےگا، جب میں شادی اور نکاح کے متعلق احادیث کا مطالعہ کر رہی تھی تو سنن ابو داود کی کتاب نمبر گیارہ میں درج ذیل حدیث پڑھی جسے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
" آدمی سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ اس نے بیوی کو کس بنا پر مارا "
سنن ابو داود حدیث نمبر (2142).
کیا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ اس حدیث سے کیا مقصود ہے، اور یہ کب اور کسے کہا گیا تھا، کس بنا پر کہا گیا، کیونکہ میں نے تو یہ سیکھا ہے کہ حدیث کا سیاق و سباق سمجھنا ضروری ہے، اور ہمیں اس سے ظاہری معنی کی بنا پر کوئی نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہیے ؟
اللہ سبحانہ و تعالی سے دعا ہے کہ وہ آپ کی کمیٹی کے سب افراد اور آپ کو دنیا و آخرت کی جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ سب کو دونوں جہانوں میں شر سے محفوظ رکھے آمین یا رب العالمین.
اللہ تعالی آپ کو وقت ہمیں وقت دینے اور شریك کرنے پر جزائے خیر دے.

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

ہم نے آپ کے سوال میں حکمت کا مطالعہ کیا ہے، اس لیے ہم حسن سوال پر تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے، اور اسی طرح فکر بھی اچھی ہے، اور حسن تدبر پر جتنی تعریف کی جائے کم ہے ہمیں محسوس ہوا ہے کہ قبول علم اور مسائل کا مطالعہ کرنے کی استعداد پائی جاتی ہے.

ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے آپ کو اس دین حنیف اور دین قیم جو کہ دین وسط ہے اور دین حنیف اور آسان دین ہے کی طرف ہدایت دی کہ اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کے رسولوں میں سے کسی بھی رسول میں فرق نہ کریں.

ان شاء اللہ آپ سمجھ سکیں گی کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے، اور حق و باطل میں تمیز کر سکیں گی، ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ شرعی علم کا حصول جاری رکھیں، اور حصول علم کے لیے ہمت زیادہ کریں، کیونکہ یہ علم وہ نور ہے جس سے اللہ سبحانہ و تعالی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے.

دوم:

رہی سوال میں بیان کی گئی حدیث کے متعلق تو وہ حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" آدمی سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ اس نے اپنی بیوی کو کس بنا پر مارا "

سنن ابو داود حدیث نمبر (2147) سنن نسائی الکبری (5 / 372) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1987) مسند احمد (1 / 275) وغیرہ سب نے ہی درج ذیل طریق سے اسے روایت کیا ہے:

داود بن عبد اللہ الاودی عن عبد الرحمن المسلی عن الاشعث بن قیس عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بہ.

ہم کہتے ہیں کہ اس کی سند عبد الرحمن بن المسلی کی بنا پر ضعیف ہے، کیونکہ اسے کسی بھی اہل علم نے ثقہ قرار نہیں دیا بلکہ ابن حجر رحمہ اللہ تہذیب التہذیب (6 / 304) میں ابو الفتح الازدی سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا ہے، اور اس کے بارہ میں کہا ہے کہ: فیہ نظر اور اس کے بعد یہ حدیث ذکر کی ہے.

اس لیے علماء حدیث نے اس حدیث پر ضعف اور رد کا حکم لگایا ہے، ان علماء حدیث میں درج ذیل علماء شامل ہیں:

ابن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" یہ صحیح نہیں " انتہی

دیکھیں: بیان الوہم و الایہام (5 / 524).

اور امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اس میں عبد الرحمن بن المسلی ہے جو کہ معروف نہیں " انتہی

دیکھیں: میزان الاعتدال (2 / 602).

اور شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اس کی سند ضعیف ہے " انتہی

دیکھیں: مسند احمد (1 / 77).

اسی طرح مؤسسۃ الرسالۃ کے زیر طبع نسخہ کے محققین نے بھی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (7 / 98) میں اسے ضعیف کہا ہے.

سوم:

بالفرض اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو اس حدیث میں اہل علم کی شرح قبول اور صحیح ہوگی، جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کو ایسے امور میں دخل نہیں دینا چاہیے جو ان کے متعلق نہیں ہے.

چنانچہ اگر کسی شخص کو پتہ چلے کہ کسی شخص اور اس کی بیوی کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے ہیں اور اسے علم ہو کہ شدید اختلافات کے نتیجہ میں خاوند نے بیوی کو مارا بھی ہے تو اس کے جائز نہیں کہ گھر کے راز اور بھید تلاش کرتا پھرے.

اور اسے ان کے پوشیدہ رازوں پر اطلاع کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ سوء ادب اور قلت ذوق کہلاتا ہے، لیکن اگر آدمی اہل اصلاح میں شامل ہوتا ہو، اور اس کے ظن غالب میں ہو کہ وہ اختلاف کو ختم کرانے کے لیے مشورہ دے سکتا اور معاونت کر سکتا ہے، تو پھر اس وقت اسے مشکل اور اس کے اسباب کے بارہ میں سوال کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن اگر طرفین اس کے فیصلہ اور دخل اندازی کو قبول کریں تو پھر.

فقھاء کرام کے اقول اور شارحین حدیث کی شرح اس معنی پر دلالت کرتی ہے:

ابن قدامہ رحمہ اللہ اس کی تعلیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے بیوی کوم باشرت کی بنا پر مارا ہو۔ یعنی: بیوی مباشرت سے انکار کرتی ہو۔ اور اگر وہ اس کے متعلق بتائے تو اسے شرم آتی ہے، اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور بتائے تو یہ جھوٹ ہوگا " انتہی

دیکھیں: المغنی (8 / 168).

اور مناوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" يعنى: اسے اس سبب كے بارے ميں دريافت نہيں كيا جائيگا جس كى بنا پر اس نے بيوى كو مارا ہے، كيونكہ ہو سكتا ہے اس كے بتانے سے بيوى كى ستر پوشى نہيں رہےگى، اور ہو سكتا ہے كہ اسے ايسى بنا پر مارا ہے جس كا بتانا قبيح معلوم ہو مثلا جماع و مباشرت، اور يہ ممانعت اس كے ساس ا ور سسر كو بھى شامل ہے " انتہى

ديكھيں: فيض القدير (6 / 515).

اور امام نووى رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" فصل: بغير كسى ضرورت كے آدمى سے سوال كرنا كہ اس نے بيوى كو كيوں مارا يہ مكروہ ہے، ہم نے كتاب كے اول ميں " حفظ لسان " كے بارہ ميں احاديث روايت كى ہيں، اور جس ميں مصلحت ظاہر نہ ہو اس ميں خاموش رہنے ميں احاديث بيان كى ہيں، اور اسى طرح يہ صحيح حديث بھى ذكر كى ہے كہ:

" آدمى كے حسن اسلام ميں داخل ہے كہ وہ ايسى چيز كو چھوڑ دے جو اس كے متعلق نہيں ہے " انتہى

ديكھيں: الاذكار (374).

اور شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" حديث كا معنى يہ ہے كہ:

وہ شخص جو اللہ كا تقوى اختيار كرنے والا ہے جو ان تين مراتب كے آخر تك گيا جس كا اللہ تعالى نے اس فرمان ميں اشارہ كيا ہے:

اور جن عورتوں كى نافرمانى اور بددماغى كا تمہيں خوف ہو انہيں نصيحت كرو، اور انہيں الگ بستروں پر چھوڑ دو، اور انہيں مار كى سزا دو، پھر اگر وہ تابعدارى كريں تو ان پر كوئى راستہ تلاش نہ كرو، بے شك اللہ تعالى بڑى بلندى اور بڑائى والا ہے النساء (34).

چنانچہ مارنا آخرى درجہ اور مرتبہ ہے، ہو سكتا ہے آدمى اپنى بيوى كو كسى ايسے كام كى وجہ سے مارے جس كے بيان كرنے ميں وہ شرماتا ہو، اس ليے جب آدمى كے تقوى كا علم ہو جائے، اور اس نے اپنى بيوى كو مارا ہو تو پھر اسے اس كے بارہ ميں سوال نہيں كيا جائيگا.

يہ تو اس صورت ميں ہے جب حديث صحيح ہو، ليكن يہ حديث ضعيف ہے.

ليكن وہ شخص جو برى سيرت ركھتا ہو تو اس سے سوال كيا جائيگا كہ اس نے اپنى بيوى كو كيوں مارا؛ كيونكہ اس

کے اندر تقوی نہیں ہے جو اسے بیوی پر ظلم کرنے سے اور مارنے سے روکے، جس میں بیوی مار کی مستحق نہ تھی " انتہی

دیکھیں: شرح ریاض الصالحین (1 / 512).

http://www.ibnothaimeen.com/all/books/article_18015.shtml

عزیز سوال کرنے والی بہن: جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے ہو سکتا ہے حدیث کا وہ معنی نہ ہو جو پہلی بار اس سے سمجھا جاتا ہے، اور خاص کر جب اس موضوع کے بارہ میں باقی احادیث کا علم موجود نہ ہو.

چنانچہ شریعت میں تو آدمی کو حق یا باطل پر اپنی بیوی کو مارنے کی اجازت دینا بہت دور کی بات ہے، اور پھر اسے اس مرتبہ پر لایا جائے کہ اس سے اس بارہ میں باز پرس ہی نہ ہو یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے پورا حق اور طاقت حاصل ہے.

جیسا کہ اس سے یہی کچھ وہ شخص سمجھےگا جسے حدیث کا مقصود اور مراد معلوم نہیں، یہ تو اس صورت میں ہے جب اس حدیث کو بالفرض صحیح تسلیم کیا جائے، بلکہ - شرعی حدود میں رہتے ہوئے - مارنا تو ایك ایسی حالت میں ہے جس میں بیوی ازداوجی زندگی میں سرکشی پر اتر آئے اور بات نہ مانے، بالکل اس کی حالت اس بیماری کی ہو جائے جسے علاج کی ضرورت ہو، اور خاوند اس علاج کے بغیر معاشرت نہ کر سکتا ہو، تو یہاں مرد کا دور شروع ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے مریض کو تکلیف دہ زخموں کی جراحت او رآپریشن کی ضرورت ہوتی ہے.

ایاس بن عبد اللہ بن ابی ذباب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اللہ کی بندیوں کو مت مارو "!!

تو عمر رضی اللہ تعالی عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کرنے لگے:

" عورتیں اپنی خاوند سے سرکشی کرنے لگي ہیں ؟!

چنانچہ انہیں مارنے کی اجازت دے دی گئی "

چنانچہ بہت ساری عورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جا کر اپنے خاوندوں کی شکایت کرنے لگیں ؟!

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" بہت ساری عورتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آ کر اپنے خاوندوں کی شکایت کر رہی ہیں، یہ لوگ تم میں

سے اچھے نہیں ہیں "

سنن ابو داود حدیث نمبر (2146) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے.

آپ ذرا غور کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مار کی اجازت کا علاج کس طریقہ سے کیا جو کہ گھروں میں ایك معاشرتی مشکل تھی اس کا علاج کیا، بالکل اسی طرح جس طرح کسی دوسری مشکل کا علاج کرتے ہیں !!

ہماری اس ویب سائٹ پر بیان ہو چکا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے بیوی کو مارنے کی جو اجازت دی ہے وہ غیر مؤثر مار ہے جو یا تو مسواک کے ساتھ ہو اور جس سے کوئی درد وغیرہ نہ ہو، بلکہ اس مار کی صرف معنوی اور شعوری اور احساس کی درد ہونی چاہیے.

برائے مہربانی سوال نمبر (41199) اور (482) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

ہماری عزیز بہن:

یہ دین کے ساتھ انصاف نہیں کہ آپ کیسی ایسی چیز سے دوچار ہوں جو آپ کے ایمان کو متزلزل کرے یا آپ کے دین کو خطرہ میں ڈال دے.

جب بھی کوئی مشکل پیش آئے یا آپ دین کے بارہ میں کوئی شبہ سنیں تو اپنے ایمان کو خطرے میں مت ڈالیں، بلکہ آپ اللہ کا شکر کریں کہ اللہ نے آپ کو ایمان کی ہدایت دی اور آپ اپنے اوپر اللہ کے حق کو دیکھیں، کہ آپ کو اس نے اس نئے دین کے ساتھ کتنی عزت دی ہے.

آپ وقت کے ساتھ ساتھ علم بھی زیادہ پائیں گی اور اپنے دین کے بارہ میں جو استفسار ہو گا اس کا جواب بھی آپ کو مل جائیگا.

اور اگر بالفرض آپ سے ایك یا دو چیزیں یا ایك دو مسئلے غائب بھی ہو جائیں تو یہ دین کے ساتھ انصاف نہیں کہ آپ اس چھوٹی سی غائب ہونے والی چیز سے اپنے دین کو متزلزل کر دیں.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ کا شرح صدر کرے، اور آپ کے دل کو دین پر ثابت قدم رکھے، اور آپ کے ایمان و یقین اور ہدایت میں اضافہ فرمائے.

واللہ اعلم .